ثمینہ شمشاد

استاد شعبۂ اُردو، یونی ورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس

اُردو سفر نامہ اور فکشن

Samina Shamshad

Lecturer Department of Urdu, University of Lahore Sargodha campus.

Urdu Travelogues and Fiction

As it is believed that all the genres are somehow connected because they all belong to the same entity; man's imagination which is the birthplace of all the artful & thoughtful ideas ever emerged in human history. This research paper encompasses the whole tradition of travelogues in Urdu literature and figures the elements of fiction in the very genre. The researcher suggests that the travelogue is the mother of all genres and the same core belief is what lays base on the thought-expedition while writing the paper. This is quite evident that travelogue-writer focuses on the facts and the actual details of every journey and utilize them while working on his draft and the same is the very creative strategy for writing fiction, that the fiction writers also get to the actual situations from the society, analyze objectively and then utilize them masterfully for the fictional sequence of the happenings in the story i.e. plot. This research paper helps the readers to envision the creative going on processes regarding fiction writing & travelogue writing both, understand them to an extensive extent and find the similarities which seemingly reflect the other like organic twins. In this regard, it is considered that the genres of travelogue & novel, both explained with meaningful examples and no ambiguity remains.

Keywords: *Fiction, Ambiguity, Society, Utilize, Masterfully, Sequence, Envision, Travelogue.*

اُردو ادب میں سفر نامہ داستان گوئی کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے جس طرح داستان گوئی میں طلسماتی اور ماورائی دنیا کی سیر کراتی جاتی ہے، اسی طرح سفر نامہ میں بھی ان دیکھے حیرت انگیز مقامات کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ داستانی سفر کی بنیاد تخیل ہے جس کا جتنا زیادہ مضبوط تخیل ہو گا اتنا ہی داستانی سفر دلچسپ اور نمایاں ہو گا۔ جب کہ حقیقی

سفر مضبوط مشاہدے اور گہرے تجربے کی بنا پر اپنی اساس قائم رکھتا ہے۔ مناظر کی عکاسی کے لئے خارجیت کو داخلیت میں ضم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ سفر نامہ نگار ہر گزرنے والے یا پیش آنے والے واقعات و حالات کو اپنے اندر اتار لیتا ہے، اور پھر وہ اپنی باطن کی آنکھ سے ظاہر کی آنکھ پر راز منکشف کرتا ہے۔ سفر نامہ پڑھنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ لکھنے والے کی مشاہداتی نظر کتنی تیز ہے۔ سفر نامے کا بنیادی مقصد اپنے تجربات اور مشاہدات کو دوسروں تک پہنچانا نہیں ہے، بلکہ سفر نامہ قاری کو حیرتوں کے جہان کی سیر کرانا ہے۔ ابتدا میں سفر نامے کا مقصد جس ملک یا مقام کا سفر کیا جائے اس کے بارے میں جغرافیائی اور تاریخی معلومات فراہم کرنا تھا یا پھر ان مقامات کی مسافت سے پیدا ہونے والی حیرتوں کا اظہار۔ چنانچہ ابتدائی دور کے سفر نامے اس نوعیت کے ہوتے تھے اور لوگ ان سفر ناموں کو بہت شوق سے پڑھتے تھے۔ شبلی نعمانی کا سفر نامہ "مصر وروم وشام" اور سر سید احمد کا "مسافران لندن" قدیم سفر ناموں کی اعلیٰ مثال ہے اس لئے کہ اس دور میں ذرائع رسل و رسائل اور مواصلات و ابلاغ نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ لوگ مہینوں بلکہ برسوں ملکوں کا سفر طے کرتے تھے۔ اس دور کے لوگ دوسرے ملکوں کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتے تھے، اس لئے لوگ تاریخی اور جغرافیائی معلومات کے لئے ان سفر ناموں کا شوق سے مطالعہ کرتے تھے۔

سفر نامہ واحد صنف ہے جس میں تمام ادبی اصناف کی خصوصیات پائی جاتی ہیں اسی لئے اس کو اُم الصناف کہا گیا ہے۔ سفر نامہ ایسی روداد ہے، جس میں سفر نامہ نگار خود ہی مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ اُردو ادب میں صنفِ داستان کا تعلق سنانے سے ہے جب کہ سفر نامہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے، لہٰذا سفر نامے میں اسلوب اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سفر نامہ نگار کی طبع پر منحصر ہے کہ وہ سفر نامہ لکھتے ہوئے کونسی صنف اختیار کرے۔ سفر نامہ لکھنے کے لیے لکھنے والے کا ادبی صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری تو نہیں، تاہم سفر نامہ ادبی صلاحیت کے ساتھ لکھنے والوں نے ادبی معرکے سر کیے اور سفر نامے کے مضامین اور ہیئت میں توسیع پیدا کی۔ سفر نامہ لکھنے کے لیے زبان و بیان پہ قدرت ہونا ضروری ہے کوئی بھی شخص جو سفر پر نکلتا ہے۔ اگر اسے زبان و بیان پر قدرت ہے تو وہ سفر نامہ لکھ سکتا ہے اس کے لئے تخلیقی صلاحیتوں کے حامل ہونا بھی ضروری نہیں۔ بعض ایسے سفر نامہ نگار بھی ہیں جو باقاعدہ ادیب نہ ہوتے ہوئے بھی ان کے سفر نامے ادبی خوبیوں کے حامل ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے بہت سے سفر نامے صرف معلوماتی ہوتے ہیں لیکن ان میں کوئی ادبی خوبی نہیں ہوتی۔ ایسے سفر ناموں کو ادب پارہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

فکشن اور سفر نامہ اردو ادب کی دو الگ الگ اصناف ہیں۔ سفر نامہ سفری رُوداد کا حقیقی بیان ہے اور فکشن انسانی زندگی میں رونما ہونے والا واقعہ تخلیقیت کے ساتھ بیان کرنے کا نام ہے۔ سفر نامہ سفر کے حالات و واقعات کا مشاہداتی بیانیہ ہے اور فکشن انسانی زندگی کے مختلف واقعات کا تخلیقی بیانیہ۔ یہ لکھنے والے کے مزاج پر منحصر ہے کہ وہ کونسا واقعہ یا زندگی کا کون سا لمحہ صفحہء قرطاس پہ لانا چاہتا ہے۔ سفر نامہ لکھنے والے دلچسپ اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی

رُوداد کو کہانی کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ ایک سفر نامہ جس میں ادبیت کی چاشنی موجود ہو وہی قاری کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے کر چلتا ہے۔ سیر و سیاحت زندگی کا ایک حصہ ہے حصول جنت، حصول رزق اور حصول ذوق و شوق انسان کو جگہ جگہ لیے پھرتا ہے یہی جستجو اور تدریس زندگی میں نئے واقعات اور نئی کہانیاں پیدا کرتے ہیں۔ نئے جنم لینے والے واقعات کا بیان ہی سفر نامہ ہے یہی واقعات لکھاری کی توجہ جب فکشن کی طرف مبذول کراتے ہیں تو کہانی کار فکشن کے روپ میں حقیقت نگاری کرنے لگتا ہے۔

> "سفر نامہ اسلوبی سطح پر "نان فکشن" رہتے ہوئے بھی فکشن کا انداز اختیار کر گیا ہے البتہ سفر نامے میں پیش آنے والے واقعات فکشن کی طرح ترتیبِ نو کے متحمل نہیں ہوتے اور جہاں کہیں ایسا کیا گیا سفر نامہ، ناول یا افسانہ بن گیا سفر نامہ نہیں رہا۔ سفر نامہ ایسی "نان فکشن" ضرور ہے جس میں ابتداء وسط اور اختتامیہ کی تعمیر میں فکشن کی جھلک ملتی ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ سفر نامے میں ابتداء وسط اور اختتامیہ کی حد تک فکشن کے انداز کی اجازت ہے "[1]

انسانی زندگی واقعات کا مرقع ہے جو اسے زندگی میں آگے بڑھنے میں معاون ہوتا ہے ایسے ہی کسی واقعے یا کسی روداد کو تحریری شکل میں بیان کرنے کا نام واقعات نگاری ہے۔ ان واقعات میں کسی بھی فرد کی زندگی کے کبھی حقیقی اور کبھی تخیلاتی پہلوؤں کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ ناول یا افسانہ میں فرضی واقعات کی کہانی کو افسانویت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ جب کہ سفر ناموں میں واقعات کو کبھی سپاٹ اور کبھی ادبیت کے رنگ میں ڈھال کر بیان کیا جاتا ہے۔ سفر نامے میں فن پارے کی اولین خصوصیت یہ ہے قاری پر نئے جہانوں کے دروازے کھول دے۔ کوئی بھی سفر نامہ لاعلمی میں ملنے والا علم کا وہ خزانہ ہے جو، کسی ملک کی تاریخ، جغرافیہ، سیاست، تہذیب، معاشرت اور دیگر سماجی حالات سے آگاہی عطا کرتا ہے۔ سفر نامے کی بدولت ہی قاری ایک اجنبی دیس کے تمدنی حالات، معاشرتی ماحول اور تہذیبی کوائف سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ وہ حیرت اور حسرت کی دنیا میں سانس لیتا اور چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے، اس دنیا کے رسم و رواج، لوگوں کا رہن سہن ان کی عادات واطوار اجنبی ہونے کے باوجود اس کے لئے دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں۔ جس سرزمین پر وہ معلوماتی رسائی حاصل نہیں کرسکتا وہاں سفر نامہ نگار اپنی قوتِ متخیلہ کے زور پر واقعات ترتیب دے دیتا ہے وہ مناظر میں حقیقی رنگ بھر کے اپنی آنکھوں سے دیکھے مناظر کو داخلیت کے ساتھ جب بیان کرتا ہے، تو سفر نامے میں ادبیت حقیقت نگاری کے ساتھ بیان ہونے لگتی ہے۔ یہی رخ جو ظاہر سے باطن کی طرف لے کر چلتا ہے ۔کسی بھی سفر کی روداد سیدھی سیدھی معلومات کو ادبیت کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے۔ زمان و مکان کی اور سفر کی

ترتیب کا خیال سفر نامے کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔ سفر نامہ میں واقعات کی ترتیب ہی سفر نامے کے آغاز کو انجام تک پہنچاتی ہے۔

اسی طرح ناول کی طرف نظر ڈالیں تو ناول فکشن کا اہم جزو ہے۔ناول میں کہانی کو زمانی اور مکانی لحاظ سے ترتیب وار پیش کیا جاتا ہے۔ناول کا آغاز زمانی تسلسل کے مطابق ترتیب دیتے ہوئے واقعات کو بیان کرتا ہے۔ افسانہ ہو یا ناول یا پھر انشائیہ پلاٹ ہی فہم وادراک اور یادداشت کا متقاضی ہوتا ہے ۔ تجسس کی منت ایک ادنی ترین انسانی خصوصیت ہے، کہ روزمرہ زندگی میں لوگ ایک دوسرے کے راز کے متلاشی ہوتے ہیں۔ فکشن میں پلاٹ دراصل اس خاکے کا نام ہے جو کہانی نویس کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوتا ہے جس کو مدنظر رکھ کر وہ کہانی لکھتا ہے اس میں کہانی کے ساتھ ساتھ کردار، مکالمات، منظر، زبان، بیان، زمان ومکان کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ وہ کہانی کو واقعات کی صورت میں پیش کرتا ہے جہاں وہ انسانی تجربات مشاہدات اور نئے نئے خیالات پیش کرتا ہے۔ فکشن کے پلاٹ اور کہانی میں ایک نقطہ آغاز ہوتا ہے جہاں سے کہانی شروع ہوتی ہے۔ شروع میں تمہید کے طور پر تعارف بھی کرادیا جاتا ہے جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے تصادم، تجسس اور حیرت بڑھنے لگتی ہے الجھاؤ کی کیفیت بھی پیدا کی جاتی ہے۔ کہانی کا درمیان اور منطقی انجام میں تمام معاملات سلجھنا شروع ہوتے ہیں۔ کامیاب کہانی کا دارومدار انجام پر ہوتا ہے انجام کے بعد ہی قاری کسی مجموعی رائے دینے کے قابل ہوتا ہے اور اپنا تاثر پیش کرتا ہے ۔ سفر نامے کا فرد بھی واحد متکلم مرکزی کردار ادا کرتا ہے جس کے گرد ہی کہانی کا تانا بانا بُنا جاتا ہے یہی صورت حال دیگر اصناف کے ساتھ ہے۔ اس میں بھی مرکزی کردار کے ارد گرد ہی کہانی کا بہاؤ رہتا ہے۔ سفر نامہ میں مرکزی کردار خود شخص ہوتا ہے اور تمام اجنبی دیسوں کے رہنے والے اور ملنے والوں میں ایسے کردار شامل ہیں جو، سفر نامہ میں آغاز سے انجام تک ساتھ رہتے ہیں اور کہانی وواقعے کو مکمل کرتے ہیں۔ سفر نامہ نگار کہانی اور واقعے کی نسبت کرداروں کی مدد سے ہی مکمل کرتا ہے۔ جب کہ فکشن میں کرداراور مرکزی کردار ذیلی کرداروں سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ کرداروں کی تخلیق بھی مرکزی خیال اور مرکزی کردار کے تحت ہی عمل میں آتی ہے فکشن کا لکھاری ایسے ہی کرداروں کا انتخاب کرتا ہے جو اسے متاثر کریں۔ لکھاری قاری کی خواہشات کا احترام کرنے کے لیے مجبور ہے، وہ کرداروں کو آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ نہ صرف ان کا مقصد ختم ہو جاتا ہے بلکہ کہانی کا تسلسل بھی بکھر جاتا ہے اچھی فکشن کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے پڑھ کر قاری خود کو بدلا ہوا انسان محسوس کرنے لگے یہی خصوصیت سفر نامے کی ہے سفر نامہ پڑھ کر قاری خود کو ان دیکھے جہانوں میں محسوس کرنے لگتا ہے۔

> "کسی بھی افسانوی فن پارے میں ابتدا سے آخر تک محور رہے اس کے لیے فنکار کو مختلف طرح کے طریقہ کار برتنے ہوتے ہیں۔ کبھی وہ واقعات کا انکشاف ڈرامائی انداز میں کرتا

ہے۔ کبھی جذباتی سطح پر کوئی کش مکش دکھاتا ہے کبھی ارد گرد کے ماحول یا مناظر فطرت کی دلچسپیوں میں اس کے تخیل کو لے جاتا ہے الغرض اس کی تخلیقی قوت اور بیانیہ قوت پر منحصر ہے کہ وہ قاری کو کس طرح عام انسانی زندگی اور کائنات کے حقائق میں تحیر اور استعجاب کے ساتھ محو رکھے۔ ناول اور افسانے کے خالق کو اس سلسلے میں جو آزادیاں حاصل ہوتی ہیں وہ آزادیاں سفر نامہ نگار کو نہیں ہوتیں۔ لیکن سفر نامے کو پڑھنے والوں کے لیے دل چسپ بنائے رکھنے کی خاطر وہ اظہار و اسلوب کے کچھ دل چسپ طریقے وضع کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ جس کائنات کی سیر کر ا رہا ہے قاری اس میں اپنے آپ کو محو رکھے۔"(۲)

فکشن نگار بھی کہانی کے منظر اس طرح بیان کرتا ہے کہ جیسے وہ خود اس منظر کا حصہ رہا ہو جب تک فکشن میں مناظر کو اس انداز سے نہ دکھایا جائے تو کہانی میں نقص رہ جاتا ہے وہ اپنی کہانی میں تمام مناظر کو اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ قاری خود کو اس مناظر میں دیکھتا ہے یہی دلچسپی فکشن میں تسلسل اور کہانی کو آگے بڑھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ منظر نگاری کے رنگارنگ واقعے فکشن میں مجموعی طور پر ملتے ہیں قدرتی مناظر کے علاوہ مختلف معاشرتی تقریبات اور دیگر مواقع کی تفصیلی تصویریں ہی فکشن میں دل کشی کا باعث ہیں، مگر اس کا منظر فطرت کے مطابق ہونا بہت ضروری ہے۔ ادیب جو کچھ سوچتا ہے اور محسوس کرتا ہے اسے الفاظ کا جامہ پہناتا ہے اور لفظوں کی مدد سے اس منظر یا واقعہ کی تصویر بناتا ہے جو، بعض اوقات مصور کی بنائی ہوئی تصویر سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ آل احمد سرور کے مطابق:

"ناول میں زندگی کے مختلف تجربات اور مناظر ہوتے ہیں واقعات کا ایک سلسلہ ہوتا ہے پلاٹ کردار مکالمہ، منظر نگاری اور فلسفہ زندگی کی جھلک ہوتی ہے ہر ناول ایک ذہنی سفر کا آغاز ہوتا ہے اور فطرت انسان سے نقاب اٹھانے کی کوشش۔ ناول لکھنے کے لیے بڑی پختگی اور بڑے رچے ہوئے شعور کی ضرورت ہے جبھی تو ایک نقاد کے نزدیک یہ ایک حکیمانہ اور فلسفیانہ کام ہے قصہ گوئی انسانیت کی ابتدا سے ملتی ہے مگر ناول مہذب انسانوں کی ایجاد ہے سرمایہ داروں نے افراد میں دلچسپی نے ناول کو جنم دیا ہے۔" (۳)

فکشن کی کہانی کسی مقصد کے تحت لکھی جائے، تفریحی، رومانوی یا پھر معاشرتی مسائل پر مبنی۔ ان کہانیوں میں حقیقت اور حقیقی زندگی کو بیان کرتے ہیں اور واقعات و حادثات پر عمل سے رد عمل کو ظاہر کرتے ہیں ان میں تہذیب و ثقافت کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔ فکشن ہر عہد میں اپنے عہد کی تہذیب و تمدن رہن سہن اور روزمرہ زندگی

گزارنے کے طور طریقے ہوتے ہیں۔ تہذیبی اور ثقافتی عہد دکھانے کے لیے اُردو زبان میں وسیع جگہ موجود ہے جہاں جو تعبیر تعصب کے تمام تہذیبوں کو بیان کر سکتے ہیں۔ فکشن میں ناول ایسی طرزِ تحریر ہے جس میں عہد کی تمام تہذیبوں کا بیان آیا ہے اور تمام تہذیبوں کو دکھایا جا چکا ہے۔

> "اردو ناول کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یہ صنف تہذیبی و معاشرتی سروکار سے کبھی غافل نہیں رہی نذیر احمد اور سرشار سے لے کر عصر حاضر کے ناول نگاروں تک سبھوں نے اپنے ناولوں میں نہ صرف اس روکار کا بھرپور اظہار کیا ہے بل کہ اردو ناول کو نئے تہذیبی و سماجی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے حتیٰ کہ "جدیدیت" کے عروج کے زمانے میں بھی جب اس قسم کی کمٹمنٹ اور سروکار سے انکار پر اصرار کیا جا رہا تھا، اس زمانے میں بھی ناول نے تہذیبی و سماجی سروکار سے اپنا رشتہ استوار رکھا۔" (۴)

ناول میں تہذیبوں کی نمائندگی کرنے والے کردار موجود ہیں اور ایسے بھی ناول موجود ہیں جن کے کرداروں سے مختلف پیشے، طبقے، عقیدے مذاہب کی ہر عید میں استعمال ہونے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بلاشبہ اُردو ناولوں میں ایسے کردار تخلیق کیے گئے، جنہیں نہ صرف سماجی، تاریخی، اور ادبی اعتبار سے شہرت اور سند قبولیت حاصل ہوتی ہے، جبکہ آج بھی وہ اُردو دان طبقے کے ذہنوں میں محفوظ ہیں، جیسے " ابن الوقت "میں انگریزی تہذیب کے نمائندہ کردار فردوس بریں پیر و مرشد کا کردار "لندن کی ایک رات "میں غیر ملک جا کر تعلیم حاصل کرنے والے کا کردار یہ سارے کردار ہمارے منثور سفر ناموں کا حصہ ہیں۔ ناول میں تہذیبوں اور ان کے نمائندہ کرداروں کا بیان تاریخی واقعات کے اصولوں پر نہیں سماجی، معاشی اور نفسیاتی حالات کے تحت ہوتا ہے، سو ان کرداروں کو نہ تو ہم مکمل طور پر سچا کہہ سکتے ہیں اور نہ محض جھوٹا۔ کیونکہ تاریخی صداقت میں واقعاتی جھوٹ کی آمیزش اور واقعاتی صداقت میں جھوٹی تاریخ کی شمولیت ہی کا نام ناول ہے یہ وہ زندہ و جاوید کردار ہیں جنہوں نے اپنے اپنے عہد اور اپنے علاقے کی نمائندگی کی ان کرداروں نے ناول میں تہذیبی و ثقافتی دنیا سے روشناس کرایا اسی طرح سفر نامہ بھی اپنے علاقے کی تہذیب و ثقافت کو نمایاں کرتا ہے۔ سفر نامے میں بھی سفر نامہ نگار جن علاقوں سے گزرتا ہے وہاں کی سماجی، معاشی، معاشرتی، رہن سہن کے طور طریقے شادی بیاہ، غم و خوشی کے مذہب عقائد اور رسم و رواج کو اپنے سفر نامے کا حصہ بناتا ہے۔ بہت سے سفر ناموں کے ذریعے ہی ہم دوسرے خطے پر بسنے والے لوگوں کے حالات معلوم کر لیتے ہیں، معلومات صرف جغرافیائی معلومات نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ذریعے ہمیں وہ تہذیبی و ثقافتی معلومات ادبیت کے انداز

میں ملتی ہیں۔ سفر نامے میں بھی ایک مرکزی کردار ہی تمام رسم ورواج، شادی، غمی، عقائد، مذاہب اور تہواروں میں شرکت کرکے ان کا حال بیان کرتا ہے۔

سفر نامہ نگار یا سیاح اپنے سفر اور منظر کا چشم دید گواہ ہوتا ہے، اسے واقعہ نگاری سرانجام دیتے ہوئے سماجی، سیاسی، اور تاریخی حالات کو بھی مد نظر رکھنا پڑتا ہے۔ یونانی علوم و فنون کو بے شمار شعبوں میں اولیت حاصل ہے۔ پہلا سفر نامہ بھی یونانی دور کے حصے میں آتا ہے، جسے سکندر اعظم نے یونان اور ہندستان کے درمیان قائم کیا۔ یہ بھی تہذیبی اور سفارتی سطح کو مضبوط بنانے کی کوشش تھی۔ سفر ناموں کے ذریعے بدھ مت کے مقدس مقامات عبادات کرنے کے طور طریقے معلوم ہوئے۔ بے شمار ایسے سفر نامے موجود ہیں جن میں تہذیبی اور ثقافتی حالات کو واقعات کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ مماثلت بھی ناول اور سفر نامے میں پائی جاتی ہے کرداروں میں تہذیب و ثقافت کے موضوعات ہوتے ہیں اور ان کو کرداروں کے ذریعے ہی نمایاں کیا جاتا ہے۔

کوئی بھی فکشن نگار اس کی رومانوی فضا کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ رومانویت کے بغیر فکشن کا آگے بڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں رومانوی کیفیت ہر ایک کے لیے دلچسپی کا عنصر رکھتی ہے۔ ناولوں اور افسانوں میں رومانویت کا ذکر کرتے ہوئے موسم کے نشیب و فراز گرمی، سردی، بہار اور خزاں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ موسمی اثرات سے ہی رومانویت کی فضا کو دلچسپ بنایا جاتا ہے۔ ناول اور افسانے کا ماحول خوب صورت بنانے کے لیے رومانوی فضا کو قائم رکھا جاتا ہے۔ فن کے ذریعے زندگی کی حقیقتوں پر رنگوں بھرے نقاب ڈال کر پیش کیا جاتا ہے، لوہے کی زنجیروں پر نقلی کاغذ کے پھول گوندھ دیے جاتے ہیں۔ رومانویت میں حقیقت کے درمیان دھندلی دیوار کھڑی کر دی جاتی ہے۔

اُردو ادب میں سفر نامہ نگار بھی اپنے سفر نامے کو دلچسپ بنانے اور واقعاتی کہانی کو مکمل کرنے کے لیے فرضی یا حقیقی کردار رومانویت، افسانویت اور ناولیت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے فن اور ہنر مندی سے اپنی سیاحت کو رنگ دے کر بیان کرتا ہے۔ وہ سیاح جو ادیب بننے چلا ہے اسے عمرانیات، بشریات، تاریخ اور نفسیات کے ساتھ ساتھ مذاہب کے علم کا شعور بھی ہو کیونکہ انسان کی نفسیات پر سب سے زیادہ موثر چیز عقیدہ ہے جو، کبھی شعوری اور کبھی لاشعوری طور پر معاشرے کو اپنی گرفت میں لیے ہوتا ہے اور اس سے معاشرتی رویوں اور انسانی اخلاق و کردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ لوک داستانوں، لوک کہانیوں، تہواروں اور ہیروز کے بارے میں بھی واقفیت لازمی ہوتی ہے۔ ان تمام علوم کے ساتھ ساتھ سفر نامہ نگار میں انسانی فطرت کو جانچنے اور ایسی فضا سے نتائج اخذ کرنے کا سلیقہ بھی ہونا چاہیے باریک بینی اور دور اندیشی اس پر مستزاد ہے، اس سے سفر نامہ نگار ایک ہی وقت میں محقق، نقاد، ماہر نفسیات و لسانیات، عمرانی، بشری اور ادبی حوالوں کا پارکھ اور سیاسی و سماجی رویوں کا جراح اور تجزیہ نگار کے فرائض سر انجام دے دیتا ہے، وہ ایک ہی وقت میں رومان پرور کھلنڈرا گم سم صابر ہوتا ہے۔ وہ کلاسیکی ادب

داستانوں جیسی طویل کہانیوں سے مالا مال کرتا چلا جاتا ہے اور یہ داستانیں کم و بیش کسی شہزادے کا اپنی خوابوں کی پری حاصل کرنے کے لیے دوران سفر پیش آنے والے نامساعد حالات بہادری، محبت، نفرت، ناقابل بیان عبور رکاوٹوں ،دیوؤں اور ظالم جادوگروں، سامروں چڑیلوں سے مقابلے کے بعد زیر اجمال کو پالینے پر ختم ہوتی ہے۔ سفر نامے اور ناول میں اجزائے ترکیبی میں مماثلت پائی جاتی ہے اور فکر و فن کے حوالے سے موضوعات میں بھی مماثلت پائی جاتی ہے لہٰذا سفر ناموں سے ناول کے عناصر اور ناولوں میں سے سفر نامے کے عناصر کشید کیے جاسکتے ہیں۔

اُردو سفر ناموں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اُردو میں سفر ناموں نے غیر معمولی ترقی کی ہے، اور اس کی نوعیت اور خاصیت میں بہت تبدیلی ہوئی ہے۔ آج کے سیاح کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ ڈیجٹل کیمرے کی مدد سے مناظر کو محفوظ کرلے وہ سفر کے واقعات کو ترتیب دے کر ان پہ سرخی لکھ دیتا ہے جس سے نہ صرف تاریخ محفوظ ہو جاتی ہے بلکہ واقعات کی ترتیب میں بھی جھول نہیں رہتا۔ دوسرے ملکوں کی سیاحت کے دوران وہاں کی جغرافیائی خصوصیات کو بھی محفوظ کی جاسکتا ہے جس کے باعث زیادہ تر سفر نامے داخلی اور حقیقی نوعیت کے ہوتے گئے۔ ان سفر ناموں میں سیاحت کے دوران حاصل ہونے والے تجربات اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ذاتی تاثرات کو زیادہ اہمیت حاصل ہوئی، جیسے ممتاز مفتی کا "لبیک" اور عبداللہ ملک کا "ایک کمیونسٹ کا سفر نامہ حج" دونوں سفر نامے اگرچہ حج کے تجربات پر مبنی ہیں، لیکن انھیں مذہبی سفر نامہ قرار دینے کی بجائے داخلی سفر نامہ قرار دیے جا سکتے ہیں۔ جدید سفر نامے میں اسلوب اور طرز بیان کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور وہ سفر نامے زیادہ پسند کئے جاتے ہیں جو خوبصورت زبان اور افسانوی طرز میں لکھے گئے ہوں لفظوں کا چناؤ ہی سفر نامہ نگار کے مزاج کا پتا دیتا ہے ڈاکٹر وحید قریشی کے مطابق:

> "سفر نامہ نگار لفظوں کے حوالے سے اپنے باطن میں چھپی ہوئی حقیقتوں کا انکشاف کرتا ہے اور داخل میں وارد ہونے والے ہر تجربے کو لفظوں کی مدد سے جانچتا اور پرکھتا ہے ان تجربات کو محسوس کی سطح پر لانے کے لیے لسانیاتی پیکر ایک نئی کشفی حالت سے دوچار ہوتا ہے سفر نامے میں ایسے ایک دو نہیں کئی مقام آتے ہیں کبھی یہ سفر سے داخل سے خارج کا سفر ہے اور کبھی یہ خارج سے داخلی کا سفر ہے" (۵)

سفر نامہ نگار کا غیر تخلیقی انداز سفر نامے کی اہمیت اور افادیت سے دور ہو جاتا ہے لیکن جب سفر نامہ نگار اپنے تجربات و مشاہدات کو یکجا کر کے کلیت کے ساتھ پیش کرتا ہے تو حقیقت نگاری کے ساتھ وہ اپنے داخلی و خارجی جذبات کا ترجمان بن جاتا ہے۔ ایک سفر نامہ اس وقت تک کامیاب سفر نامہ نہیں ہو سکتا جب اس میں آنکھوں دیکھے مناظر قاری کے سامنے اپنی وجودی حقیقت کو بیان نہ کر سکے۔ نیا سفر نامہ دوسروں سے زیادہ اپنے احساسات کا بیان ہے

۔پردیس کے مظاہر اور مناظر میں اسے اپنی ذات دکھائی دینے لگتی ہے، اس طرح تخلیقی سطح پر لکھا جانے والا سفر نامہ ناول اور افسانے کی شکل اختیار کرلیتا ہے ایسا سفر نامہ اپنی افادیت کھو کر کسی افسانے یا ناول کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اگر ناول اور افسانے کی مبالغہ آرائی زیادہ داخل ہو گی تو وہ سفر نامے کو متاثر کرے گی، اس نوع کے سفر نامے مستنصر حسین تارڑ کے ہاں ملتے ہیں۔ ان کے تو ناول بھی سفر نامے کی طرز پر لکھے گئے ہیں "بہاؤ"، "پیار کا پہلا شہر"، "قربتِ مرگ میں محبت"، "دیس پردیس" جیسے ناول سفر نامے کے واقعات کو ادبیت کے گہرے رنگ کے ساتھ پیش کیے۔ "پیار کا پہلا شہر" مستنصر حسین تارڑ کا ناول ہے مگر اس میں سفر نامے کی تمام تر خصوصیات موجود ہیں۔ ناول کا آغاز ہی سفر سے ہوتا ہے۔ اس ناول کو جب قاری پڑھنے لگتا ہے تو اسے لکھاری سفر پر لے کر نکل جاتا ہے اور تمام کہانی میں سفر کے مختلف مناظر کی سیر کراتا چلا جاتا ہے۔ اس ناول میں جس طرح سفر نامہ نگار گزرتے مناظر اور جن علاقوں سے گزرے ان علاقوں کی سیر کراتا ہے۔ ان کی تہذیب و ثقافت اور سیاحی معلومات فراہم کرتا۔ اس طرح یہ ناول کم سفر نامہ زیادہ لگتا ہے۔ وہ اپنے ناول میں سیاحی معلومات کے ساتھ ساتھ ان علاقوں کی تہذیب اور ثقافت کو بھی نمایاں کرتا چلا جاتا ہے۔ سفر نامہ اور کہانی کے واقعات ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح سے جڑے ہوئے ہیں جس طرح ایک سفر نامہ کے واقعات آپس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ ناول کی کہانی مکمل طور پر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی سفر کی روداد ہو۔ مستنصر حسین تارڑ نے ناول کی کہانی، پلاٹ، کردار اور ناول کا مرکزی خیال سفر نامے کی خصوصیات پر کھڑا کیا ہے، یہ مکمل ناول ایک سفر نامے کا بیانیہ دکھائی دیتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کا دوسرا ناول "قربت مرگ محبت" میں دو طرح کے پہلو سامنے آتے ہیں ایک یہ سفر نامے کے لوازمات پورا کرتا ہے اور دوسرا ناول کی شعریات پر پورا اترتا دکھائی دیتا ہے مستنصر حسین تارڑ کا یہ ناول اکیسویں صدی کا بڑا ناول ہے جس میں ایک بوڑھا ادیب ایک ٹی وی دیکھنے والے کی کہانی بیان کرتا ہے، اور تین عورتیں اس پر عاشق ہو جاتی ہیں اس ناول میں گلیمر دکھایا گیا ہے۔ وہ دریائے سندھ کے کنارے بسنے والے ملاحوں کے ساتھ زندگی کے دن گزارتا ہے، وہ ان کے خاندان اور رہن سہن کو دیکھتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کے ناول میں وہ اپنے آپ کو بیان کرتا ہے۔ کوئی بھی تخلیق کار اپنی کسی بھی تخلیق میں شعوری اور لاشعوری طور پر بیان کرنے لگتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے بھی اس ناول میں اپنے احساسات و جذبات کو کہانی کا رنگ دے کر دریائے سندھ کے رہنے والوں سے اپنی محبت کو بیان کیا ہے۔ مصنف جس طرح سے زندگی بسر کرتا ہے غیر محسوس طریقے سے اس نے اپنی زندگی کے دن کے ان کرداروں کو بیان کیا ہے جنہوں نے ان کی شخصیت پر گہرے اثرات چھوڑے۔ "قربت مرگ میں محبت" میں مستنصر حسین تارڑ جب سندھ ساگر کے ساحلی لوگوں سے بات اور مکالمات بیان کرتے ہیں تو ان کی زبان اور لب و لہجہ ان جیسا ہوتا ہے، اور وہ جب ٹیکسلا کے بدھ مت کا ذکر کرتے ہیں تو ان کا لہجہ اور زبان میں بدھ ازم سے تعلق رکھنے والوں کے الفاظ در آتے ہیں۔

سندھ ساگر کے ساحلی علاقوں پر رہنے والے پکھی واسی "میلا کچیلا جھگا" او پکھیے مہانوں کی تین کشتیاں اس کا چہرہ مہرہ دراوڑی تھا، چوڑا جنوروں ایسا جبڑا پانیوں میں پلنے والی پونگ ہنستی، مہاندراو غیرہ۔ جب مستنصر حسین تارڑ بارہ کہو میں ان کالب ولہجہ یکسر بدل جاتا ہے وہاں وہ آریو آل رائٹ تم سویٹر کیوں نہ پہنتے، آئی ایم سوری ڈونٹ ٹچ می جیسے انگریزی لفظوں کے استعمال سے ماحول مغربی دکھایا۔ پھر جب یہی ایک ناول نگار اپنی کہانی کے اعتبار سے ٹیکسلا کے علاقے میں پہنچتا ہے، تو وہاں بدھ ازم میں استعمال ہونے والے لفظ نروان، خانقاہیں بھکشوؤں، جیسے لفظ قاری کی سماعتوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان لفظوں کے استعمال سے کہانی جس جس راستے سے گزرتی ہے ان راستوں پر اجنبیت کا شائبہ نہیں ہوتا اور کہانی کا پلاٹ لفظوں سے زندہ کردار کشید کرتا ہے ایک سفر نامہ بھی علاقائی زبانوں کو سفر نامے میں شامل کر کے ہی سفر نامے میں حقیقی رنگ بھرتا ہے۔ سفر ناموں میں علاقائی مناظر کی سیر اس طرح کرائی جاتی ہے کہ قاری خود سفر نامہ نگار کے ساتھ سیر کرنے لگتا ہے۔ محویت کا عالم اور دلچسپی کا عنصر دونوں اصناف کا تقاضا ہے یہی وجہ ہے کہ "قربت مرگ میں محبت" بھی ایک سفر نامے جیسا ناول ہے۔ اس نوع کے سفر ناموں میں ایک عیب یہ ہوتا ہے کہ سفر نامہ نگار سفر نامے کو افسانہ یا ناول بنا دیتے ہیں اور سفر نامہ ایسی صورت اختیار کر لیتا ہے جیسے وہ افسانے کا ہیرو ہو اور سیاحت کے دوران ہر ملنے والی لڑکی اس کی عاشق، ان کے سفر ناموں میں رومانوی عنصر اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ اسے محض افسانہ تصور کرتے ہیں۔

کسی بھی سفر کی ابتداء اور انتہاء حیرت سے ہوتی ہے۔ جب نامعلوم اور ان دیکھے راستوں کے سفر کی روداد سامنے آئے تو وہ دراصل میں حیرتوں کے شہر میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ حیرتوں اور تہذیبوں کو تلاش میں اپنی تلاش شروع کر دیتا ہے۔ انسانی زندگی اور سفر دونوں لازم وملزوم رہے ہیں۔ انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنے سفر میں آنے والے واقعات وحالات کو بیان کرتا ہے۔ مگر جب کوئی ادیب ناول لکھ رہا ہو اور وہ سیاح بھی ہو تو اس کی تخلیقی قوت واقعات وحالات کو بیان کرنے میں ڈھل جاتی ہے۔ وہ سفری حالات کو مشاہداتی انداز سے بیان کرنے لگتا ہے۔ سفر نامے کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں کہ اس کی نثر ودلکش اور مشاہدہ گہرا ہو سفر نامہ نگار جس سرشاری اور لطف سے پڑھا جاتا ہے۔ سفر ناموں کی دلچسپی پیدا کرنا مصنف کی شعوری اور غیر شعوری کوشش ہے۔ سفر نامہ لکھنے والے تاریخی واقعات کو تجربات کے زیر اثر لکھتے ہیں۔ سفر نامہ نگار اپنی دلی اور دماغی نفسیات کو لکھتا چلا جاتا ہے۔ سفر نامہ نگار کی یہ خوبی ہے کہ وہ تاریخ کے اوراق کو با آسانی پڑھوا سکتا ہے دلچسپی کے مناظر اس میں پیش کرتا ہے اور تاریخی جگہوں کو اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ کئی صدیاں گزرنے کے باوجود پڑھنے والا خود کو اس میں تہذیب کا حصہ بن جاتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے اپنے ناول میں کئی جگہ پر ایسے واقعات اور

تاریخ کو بیان کیا ہے۔ تاریخ کے واقعات بیان کرتے ہوئے معلومات کے ساتھ ساتھ حیرتوں کی نئی دنیا دکھاتے چلے جا تے ہیں۔

"پورے موہنجو کے بیچ ایک بڑی گلی یا پہاڑیا سے سمندر کی طرف جاتی تھی اور دوسری اس کو سیدھی آر پار کاٹتی تھی یوں ساری بستی چوکور اور لمبے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی تھی جد ھر سورج ڈوبتا تھا ادھر بچاؤ کی عمارتیں تھیں، پر کس سے بچاؤ؟ وہ تو آچکے تھے برسوں سے آچکے تھے اور یہیں تھے اس موہنجو کے اندر"۔ (۶)

"دیس ہوئے پردیس" جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ دیس سے پردیس تک کا راستہ کسی نہ کسی سفر کے تحت ہی طے کیا جا سکتا ہے مستنصر حسین تارڑ نے اپنے اس ناول میں بھی زمینی سفر کے واقعات کو مشاہداتی انداز سے بیان کیا ہے۔ ریل گاڑی سوار بس میں سفر کرنے والوں کے مشاہدات کو نمایاں کیا ہے۔ ان کا یہ ناول کبھی سمندر کے ساحل پر لطف اندوز ہونے کی اور کبھی لاہور ریلوے سٹیشن کی منظر نگاری کرتا ہے۔ ان کا یہ ناول پاکستان اور انگلستان کی تہذیبی روایات کو بھی بیان کرتا ہے۔ کہانی کا پلاٹ کردار اور مرکزی کردار سب ایک دوسرے کے ساتھ مربوط انداز میں آتے ہیں اور سفر کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہیں۔ یہ سفر نامہ اور ناول دونوں صورتوں کو مکمل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

ناول، افسانے یا انشائیے میں کردار کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کردار ہمیشہ قصوں اور کہانیوں سے لیا جاتا ہے کردار کی مدد سے ہی کہانی آگے چلتی ہے۔ واقعات جو انسان کے ساتھ کسی نہ کسی طور پر پیش آتے ہیں وہی واقعات جو بہتر انداز میں تحریر کیے جائیں تو جاندار کردار پیدا کرتے ہیں۔ فرضی کردار ہی تخلیق کار خود پر طاری کرتا ہے اور وہ لاشعوری یا شعوری کوشش سے خود کو اپنی پسند نہ پسند اپنے جذبات و احساسات نفسیات اور اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی دنیا کو بیان کرتا ہے۔ سفر نامہ نگاروں نے سفر نامے کو دیگر ادبی اصناف میں ضم کرکے سفر نامے کے موضوعات کو تنوع دیا افسانہ نگاروں ناول نگاروں اور انشائیہ نگاروں کے ساتھ ساتھ دیگر ادبی اصناف نے بھی سفر نامے کے رنگ میں تخلیقی صلاحیتوں کو آزمایا۔ انتظار حسین کے سفر ناموں کے افسانے کا اسلوب رکھتے ہیں جب کہ انشائیوں کا انتخاب" سفر راستہ بناتا ہے "منور عثمانی کی مرتب کردہ تصنیف ہے۔ جس میں انھوں نے ڈاکٹر وزیر آغا کے انشائیے" سیاح"،" موڑ"،"ریل کا سفر"،"چند روز ایک روڈ رولر کے ساتھ"، مشتاق قمر کا انشائیہ "کوہ پیمائی" جمیل آذر کا انشائیہ "ریلوے پلیٹ فارم"، غلام جیلانی اصغر کا اشائیہ " سفر جاری ہے" ایسے انشائیے ہیں جن میں سفر کو استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے سفر نامے کی خصوصیات کو برتتے ہوئے دکھایا گیا۔ ان انشائیوں میں قدرتی مناظر کا بیان علاقائی معلومات کا بیان سفر نامے کے بیانیے کا گمان دیتے ہیں۔ وزیر آغا پہلے انشائیہ نگار بھی ہیں اور کمالِ فن کے لحاظ سے آخری بھی،

لیکن انہوں نے اس صنف کے ارتقا میں اپنی ذمہ داریوں سے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔ خود انشائیے لکھ رہے ہیں۔ انشائیے کی تفہیم کے لئے مضامین لکھ چکے ہیں اور نوجوان انشائیہ نگاروں کو متعارف کرارہے ہیں. وزیر آغا کا سفر نامہ "سیاح" میں انھوں نے ریلوے سٹیشن پر موجود لوگوں کا ہجوم ہے اور اس ہجوم میں موسمی اثرات کے پیش نظر ناگوری کی کیفیات کو وزیر آغا نے تحریر کیا انھوں نے اپنے انشائیے میں مناظر کی حقیقی عکاسی کی۔ جن میں قدرتی مناظر کے علاوہ فطرت کے جڑے وہ تمام معاملات جو انسانی طبع پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کو اپنے انشائیے کا موضوع بنایا۔ ان کا انشائیہ "پگڈنڈی" بھی سفر کی دلیل کے ساتھ ابھرتا ہے وزیر آغا کا یہ سفر باطنی منزلوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ جہاں جھلملاتی ہوئی روشنیاں نئے لکھاریوں کو نئے راستے دکھاتی ہیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھے ہوئے چرغ ادب کی نئی منزلیں نئے جہان دریافت کرتے ہیں اور راتوں کو چلنے والے مسافر اسی طرح اپنے اپنے ٹھکانوں تک پہنچے ہیں۔ وہ رکے ہوئے کارواں کو سفر کی دعوت دے کر نئے سفر کا آغاز کرواتے ہیں ان کے انشائیوں میں کہانی کا مزہ، شعر کی لطافت اور سفر نامے کا تحرک یکجا ہو کر ایک نیا امتزج بناتا ہے۔ ہیں۔ ان کے انشائیے محض ان اوصاف کی 'حاصل جمع' کا نام نہیں۔ بل کہ وہ ان سب کو اپنے اندر جذب کر کے خود ایک ایسی اکائی کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔

انتظار حسین اردو افسانے کا ایک معتبر نام ہے انھوں نے ہونے اپنے اسلوب اور بدلتے لہجوں کے باعث افسانہ نگاری میں منفرد مقام حاصل کیا۔ انہوں نے داستانوی فضا میں اس کی کردار نگاری اور اسلوب کو عصری تقاضوں کے تحت افسانوں کا حصہ بنایا۔ "زمین اور فلک اور" انتظار حسین کے ان تین ہندوستانی اسفار کی روداد ہے جو انھوں نے مختلف سیمیناروں اور تقریبات میں شرکت کے لیے کئے۔ اس مجموعے میں شامل پہلا سفر انھوں نے حضرت نظام الدین اولیا کے عرس کی تقریب میں شرکت کے لیے کیا تھا جسے انہوں نے "مور کی تلاش" کے عنوان سے تحریر کیا۔ اس سفر میں تقسیم ہند سے ذرا قبل، دہلی کی جو ادبی و تہذیبی صورتِ حال تھی اس کو مد نظر رکھتے ہوئے تقسیم ہند سے قبل کی دہلی کو نمایاں کرتے ہیں ان کے ب ذہن میں موجود تصویر کے مطابق دہلی نہیں ملتی وہ قدیم دہلی کے نقوش نہ ملنے پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں۔ موجودہ دہلی میں انتظار حسین کو کوئی کشش اس لیے نظر نہیں آتی ہے کیوں کہ اونچی عمارتوں اور پر رونق بازاروں نے ویرانوں، درختوں اور پرندوں کو گم کر دیا ہے۔ انتظار حسین افسانہ نگار ہیں اس لیے ان کے سفر نامے ہوں یا آپ بیتی ان سب میں افسانوی اسلوب ملتا ہے۔

> "یہ اکیلی بستی نظام الدین ہی کی داستان نہیں۔ پوری دلی کا احوال یہی ہے۔ شاد آباد ہونے کے شوق میں اس نے اپنے ویرانوں کو گم کر دیا ہے اور اپنے موروں کو رخصت کر دیا ہے۔ نئی دلی واہ واہ سبحان اللہ، وسیع شاہراہیں پر رونق بازار۔ میں کناٹ پیلس کو دیکھا اور

الف لیلہ کا ابو الحسن بن گیا۔ تقسیم سے پہلے والا کناٹ پیلس اب پھل پھول کر کتنا شاد آباد ہو گیا ہے۔" (۷)

انتظار حسین نے سفر ناموں کی عام روش سے ہٹ کر اپنی ایک الگ اپنائی یہ ان کی شعوری کوشش ہے۔ انھوں نے اپنے سفر ناموں میں تاثرات کے ساتھ ساتھ تخیلات سے بھی جابجا کام لیا ہے۔ انھوں نے متعلقہ ممالک کی ثقافتی و تہذیبی حالات، علمی و ادبی احوال کو صرف ظاہری آنکھوں سے دیکھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں اسے جانچا پرکھا ہے اور پھر اسے ضبطِ تحریر کیا۔ جس سے ان کے سفر نامے محض بصری مناظر یا واقعات نہیں بل کہ خارجیت کو داخلیت کے ساتھ بیان کیا ہے ان کے سفر ناموں پر افسانوں کا گمان ہونے لگتا ہے۔ انھوں نے حال کو ماضی کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ انتظار حسین نے اپنے سفر ناموں میں واقعات سفر سے زیادہ سفر کی کیفیات کو افسانوی رنگ میں بیان کیا۔ ان کے سفر ناموں کا موضوع ادب اور ادیب ہے جہاں بھی انتظار حسین کو موقع ملا ہے انھوں نے اس پر بھرپور داخلیت کو شامل کیا طبع آزمائی۔ انتظار حسین نے زندگی کی تلخ و ترش صداقتوں میں طنز و مزاح کا رنگ شامل کیا اور اسے شگفتہ بنا دیا۔ لیکن اس سے طنز کی نشتریت کو بھی صرف نظر نہیں کیا۔ انتظار حسین نے اس سفر نامہ میں ترقی پسند ادیبوں اور انقلابیوں کے دورخے پن پر طنز کیا۔ سفر نامہ "نئے شہر اور پرانی بستیاں" بھی انتظار حسین کا ادبیت کے ساتھ لکھا ہوا سفر نامہ ہے۔ اس طرز کے ناول، افسانے اور انشائیوں نے سفر نامے کو وسعت دی۔ سفر نامے کا دامن وسیع اس لیے بھی ہوا، کہ صنف میں تمام شعری اور نثری اصناف کو جگہ دی سفر نامے میں ، خطوط، روزنامچہ، سوانحات، آپ بیتی، رپورتاژ، انشائیہ، داستان، ناول، افسانہ اور شعری اظہار میں مثنوی، آزاد نظم، پابند نظم، مخمس، مثمن، رباعی، غزل، کینٹوز کی شکل میں سفر نامے تحریر ہوئے۔ سفر نامے کے دامن میں اظہار کی نہ صرف فکشن کی وسعت ہے بل کہ شعری ہیئت نے بھی تنوع پایا جاتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ مرزا حامد بیگ، "اُردو سفر نامے کی مختصر تاریخ"، (لاہور اورینٹ پبلشرز ۲۰۱۴ء) ص ۹

۲۔ ڈاکٹر قدسیہ قریشی، "اردو سفر نامے (انیسویں صدی میں)"، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، فروری ۱۹۸۷ء) ص ۳۴۹

۳۔ آل احمد سرور، "اردو ناول کا ارتقاء"، مشمولہ: "اُردو نثر کا ارتقاء"، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، (دہلی: ایجوکیشن پبلشنگ ہاؤس ۲۰۱۳ء) ص ۱۰۶

۴۔ "ہم عصر ناول اور ایک مطالعہ": مرتبہ قمر رئیس / علی احمد فاطمی (کتابی سلسلہ نیا سفر) ۲۰۰۷ء، مضمون: "معاصر ناول کے تہذیبی و سماجی سروکار"، انور پاشا، ص ۱۴

۵۔ ڈاکٹر وحید قریشی، ، تبصرہ "آب اور گنگا"، مشمولہ:" معاصر"،(جلد ۲ ناشر رفیق ڈوگر)ص۹۹۵

6۔ مستنصر حسین تارڑ، "بہاؤ"،(لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز، 2014ء)ص58

۷۔ انتظار حسین، "زمین اور فلک اور"،(دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء)ص۱۱

References in Roman Script:

1. Mirza Hamid Baig,”Urdu Safarnamy ki Mukhtasar Tareekh” (Lahore Oreiant Publishars2014)Page:9
2. Dr Qudseya Qurashi,” Urdu Safarnamy (Aunesween Sadi main”,(Nai Dahli Maktba Jameeya Lemeted February, 1987), Page:349
3. Aal Ahmd Saroor,”Urdu Novel Ka Irtqa”,Mashmoola”Urdu Nasar ka Irtqa”,Farman Fatah Pori,(Dahli Education Publishing House2013), p:106.
4. “Hum Asar Novel Aur Aik Mutalaa”,Murataba,Qamar Ali Raees/Ali Ahmd Fatmi(Naia Kitabi Silsla),Mazmoon,”Maasir Novel ky Tahzeebi o Samaji Srokar”,Anwar Pasha,P:14
5. Dr Waheed Qurashi ,Tabsra ,”Aab o Ganga”,Mashmoola, Muaasir,(Jild :2Nashir Rafeeq Dogar), P:995
6. Mustansar Hussain Tarar”Bahauo” (Sanag e Meel Publishars 2014), P:58
7. Intazar Hussain,: “Zmin Aur Falk Aur”,(Dahli Pubishing House 2012),P:11